فکر و نظر............ اسلام آباد   جلد: ۴۸   شمارہ: ۱

تعارف و تبصرہ کتب

نام کتاب : اسلامی تاریخ کے دل چسپ اور ایمان آفریں واقعات

مصنف : ابومسعود عبد الجبار

ناشر : الھادی للنشر و التوزیع، ۳۸۔ غزنی سٹریٹ، اردو بازار-لاہور

اشاعت : ۲۰۰۹ء

قیمت : ؟؟

صفحات : ۳۸۴

تبصرہ نگار : حافظ مبشر حسین☆

زیر نظر کتاب جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے، اسلامی تاریخ کے بعض اہم اور دلچسپ واقعات کا انتخاب ہے۔ ان واقعات سے مصنف کا مقصود نئی نسل کو اپنے اسلاف کے بلند پایہ کارناموں سے روشناس کرانا اور ان کے نقش قدم پر چلنے کی ترغیب دلانا ہے، مصنف کے بقول: اس امت پر ظلم یہ ہوا کہ متعصب مؤرخین نے آتش حسد میں جل بھن کر اس کی قابل فخر ہستیوں پر بے سر و پا بہتانات لگائے اور ستاروں سے بڑھ کر ان کے روشن کارناموں اور پہاڑوں جیسی نیکیوں کو اپنی نسلی عداوت اور اندھی عصبیت کی بھینٹ چڑھا دیا...... ان کی اندھی عصبیت کا نتیجہ یہ نکلا کہ مسلمانوں کی نئی نسل اپنے بے مثال اسلاف کرام سے بدظن ہو گئی اور ان کی روشن تاریخ کو اپنے ہی منہ سے سیاہ قرار دینے لگی۔...... چنانچہ ہم نے اپنی اس کتاب میں اسلاف کرام کی شجاعت و بسالت، رأفت و رحمت، فہم و فراست، جود و سخا، بدل [کذا، صحیح: بذل] و عطا، عفو و حلم، حق گوئی و بیباکی، ہمدردی و غمگساری کے بے نظیر واقعات کو ایسے دل کش ادبی اسلوب میں بیان کیا ہے کہ آپ انہیں اطمینان سے پڑھے بغیر سونا پسند نہ کریں گے اور مان لیں گے کہ ان کے اندر یہی وہ خوبیاں موجود تھیں جنہیں سن کر قیصر روم اور اس کا فوجی دربار جھوم اٹھا تھا اور مان گیا تھا کہ یقیناً ان کی فتوحات کا سبب ان کی یہی خوبیاں ہیں۔(کتاب مذکور، ص ۸، ۹)۔

☆ ریسرچ ایسوسی ایٹ/لیکچرر، ادارہ تحقیقات اسلامی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد

مصنف نے واقعات کے انتخاب میں کسی ایک ہی پہلو کو زیادہ نمایاں کرنے کی بجائے گوناگوں پہلوؤں کو مدنظر رکھا ہے، چنانچہ بعض واقعات میں اسلاف کی شجاعت، دلیری، جذبہ جہاد اور شوق شہادت پڑھنے کو ملتا ہے مثلاً:

۱۔مؤمنہ خاتون کی استقامت (ص۱۰۰)

۲۔نوخیز مجاہد اسلام کا شوق شہادت(ص۱۰۶)

۳۔شیردل خاتون کی آرزوئے شہادت(ص۱۱۸)

۴۔گمنام مجاہد اسلام کا اخلاص (ص۱۲۲)

۵۔شہید کی بیوی کا اعزاز(ص۱۲۶)

۶۔رحم دل فاتحین(ص۱۳۹)

۷۔افضل جہاد(ص۱۶۶)

کہیں علم کی اہمیت اور اس کی ترغیب پڑھنے کو ملتی ہے مثلاً:

۱۔قابل رشک شوق علم(ص۵۴)

۲۔علم ربانی کی بے نیازی(ص۱۵۹)

۳۔علم کے حقیقی فوائد(ص۲۰۰)

۴۔علم وفضل کی تکریم(ص۳۲۰)

۵۔احترام علماء کے ثمرات (ص۳۲۶)

۶۔ہونہار محدث (ص۳۱۴)

۷۔بے مثال فقاہت (ص۳۵۳)۔

بعض واقعات ہمارے اسلاف کے حلم و بردباری کی یادیں تازہ کرتے ہیں(ص۲۱۹، ص۳۳۱) تو بعض ایثار اور قربانی کا سبق دیتے ہیں (ص۳۳۵۔ ص۳۳۹)۔ کہیں ہمارے اسلاف کے ہاں پائے جانے والے عدل و انصاف کا تذکرہ ہے (دیکھیے: ص۲۱۵) تو کہیں امانت و دیانت کا بیان(ص۴۸)۔ کہیں رزق حلال کا سبق پڑھنے کو ملتا ہے(ص۲۹۷) اور کہیں حج و عمرے(ص۳۰۴) اور شب بیداری

کا (ص ۳۵۶)۔

ہم اپنے اسلاف کی شاندار تاریخ پر جتنا فخر کریں کم ہے، لیکن صرف فخر کرنا اور ان واقعات کو اس طرح بیان کرنا کہ پدرم سلطان بود، کوئی معنی نہیں رکھتا جب تک کہ ہم خود اپنے آپ کو ان جیسا بنانے اور ان کے نقش قدم پر چلنے کا خوگر نہ بنائیں۔ افسوس آج ہم مسلمانوں کی مجموعی حالت اخلاقی گراوٹ کی بدترین سطح کو چھو رہی ہے، کاش ایسے واقعات پر مشتمل کتابیں اپنے قارئین میں مثبت تبدیلی کا پیش خیمہ ثابت ہوسکیں اور مسلمان پھر سے اپنی عظمت رفتہ کی مثال قائم کرسکیں۔

اصلاح کا عمل اگر اپنی ذات سے شروع ہو تو اس کی تاثیر بھی نظر آتی ہے۔ اس سلسلہ میں بھی افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ہم ابھی بہت پیچھے ہیں۔ کتاب کے مصنف نے اگرچہ اچھی کاوش کی ہے لیکن انھوں نے یہ بتانا گوارا نہیں کیا کہ ان کا کام بنیادی طور پر ترجمہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس لیے کہ اس کتاب میں ۵۴ واقعات کا انتخاب پیش کیا گیا ہے جن کا بڑا حصہ شیخ علی طنطاوی کی کتاب ''قصص من التاریخ'' سے مأخوذ ہے۔ اس لحاظ سے یہ اس کتاب کا اردو ترجمہ بلکہ یوں کہیے کہ آزاد اردو ترجمانی ہے لیکن 'مصنف' نے علی طنطاوی کی کتاب کی ترتیب کو بالکل بدل دیا ہے۔ جو واقعات شروع میں تھے انہیں آخر میں کر دیا ہے [مثلاً ایک قصہ بعنوان: ''گوہر نایاب کی بازیابی'' جسے ص ۲۴۳ تا ۲۵۱ پر جگہ دی گئی ہے، جبکہ ''قصص من التاریخ'' کا یہ پہلا واقعہ ہے ''ودیعۃ اللہ'' کے عنوان سے۔ (دیکھیے: ''قصص من التاریخ'' ص۲۱)]۔

اور جو واقعات کتاب کے آخر میں ہیں ان میں سے بعض کو شروع میں کر دیا ہے۔ مثلاً ''قضیۃ سمرقند'' جو ''قصص من التاریخ'' میں ص ۱۸۷ پر ہے اسے ''جہالت کی تاریکیوں سے نور اسلام تک'' کے عنوان سے 'اردو مصنف' نے شروع میں کر دیا ہے (ص۱۹)۔ اسی طرح ''قصص من التاریخ'' میں دیے گئے عنوانات کا ترجمہ تو تقریباً ہر جگہ سراسر بدل دیا گیا ہے اور بعض جگہ پر اردو 'مصنف' نے خود اپنی طرف سے واقعات کا اضافہ کر دیا ہے۔ جس سے غالباً یہ تأثر دینا مقصود ہے کہ یہ علی طنطاوی کی کتاب نہیں ہے بلکہ اردو مصنف کی اپنی تخلیقی کاوش ہے۔ حالانکہ اردو مصنف کتاب کے آغاز میں اگر یہ واضح کر دیتے کہ ان کا بنیادی مأخذ علی طنطاوی کی کتاب ہے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں تھا۔ البتہ بعض جگہ انھوں نے یہ رعایت برتی ہے کہ واقعہ کے عنوان پر حوالہ نمبر لگا دیا ہے اور حاشیہ میں اس حوالے کے ضمن میں یہ عبارت لکھ دی ہے: ''اس قصے کا اصل قصص من التاریخ میں موجود ہے''۔ (ص۲۵۱۔ ص۹۹ وغیرہ)۔

لیکن بعض جگہ انہوں نے ''قصص من التاریخ'' کا ذکر کیے بغیر اس کے دیے گئے مأخذ کا' ان کی طرف رجوع کی زحمت گوارا کیے بغیر حوالہ دے دیا ہے' (مثلاً دیکھیے: ص٥٣) چنانچہ حقائق سے چشم پوشی کرنے کے نتیجہ میں جو غلطیاں پیدا ہوتی ہیں ان سے اردو 'مصنف' بھی محفوظ نہیں رہ سکے۔ ''قصص من التاریخ'' سے ایک واقعہ درج کرنے کے بعد اس کے آخر میں اردو 'مصنف' نے اس کا مأخذ یوں بیان کیا ہے:

"مآخذ [هكذا] مخطوطة المكتبة العربية دمشق مروية عن الطبرى بالسند المتصل".
(ص٤٧)

جبکہ ''قصص من التاریخ'' کے مصنف نے اس کے مأخذ کی طرف اس طرح اشارہ کیا ہے:

وجدت هذه القصة مخطوطة فى مجموع من مجموعات المكتبة العربية فى دمشق مروية عن الطبرى بالسند المتصل. (ص ٩٠)

کتاب میں درج بعض واقعات میں ادبی چاشنی کے لیے کی گئی رنگ آمیزی نے اسے لیلیٰ مجنوں کی داستان کے مشابہ بنا دیا ہے۔ یہ صورتحال ''قصص من التاریخ'' میں بھی دیکھنے کو ملتی ہے جبکہ اردو 'مصنف' نے اس کی رہی سہی کسر بھی نکال دی ہے۔ اس سلسلہ میں ''قصص من التاریخ'' میں درج واقعہ ''ودیعۃ اللّٰہ'' (ص٢١) اور کتاب ہٰذا میں اس کا اردو ترجمہ(ص٢٤٣) بطور مثال ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔ جہاں لونڈیوں کو جنت کی حوروں سے تشبیہ دینے اور پھر ان کے حسن کو پوری گہرائی و گیرائی سے بیان کرنے میں 'محنت شاقہ' سے کام لیا گیا ہے' کچھ دیر کے لیے قاری یہ بھول جاتا ہے کہ وہ اپنے اسلاف کے کارناموں کا حسین مرقع پڑھ رہا ہے یا کوئی داستانِ عشق!

بعض ایسے واقعات بھی کتاب میں در آئے ہیں جن کی صحت و استناد پر دل مطمئن نہیں ہوتا' مثلاً ''شہید کی بیوہ کا اعزاز'' کے عنوان سے ایک ایسا واقعہ درج کیا گیا ہے جس میں ایک شہید کی جوان بیوہ کے بارے میں یہ بتایا گیا ہے کہ وہ ایک خواب کی بنیاد پر زندگی بھر کے لیے تمام انسانی خواہشات و احتیاجات سے آزاد ہوگئی حتیٰ کہ سالہا سال تک اس نے نہ کچھ کھایا اور نہ پیا اور اس کی یہ ماورائی کیفیت یا طاقت مرتے دم تک قائم رہی(دیکھیے: ص ١٢٦تا١٣١)۔

اسی طرح کا ایک قابل اعتراض نمونہ ص٢٦٩' ٢٧٠ پر بھی ملاحظہ کیا جا سکتا ہے جہاں خیر القرون کے مسلمانوں کی دینی حمیت و غیرت کا جنازہ یہ کہہ کر نکالا گیا ہے کہ ایک مرد کسی غیر محرم کے لیے اپنی بیوی سے یہ مطالبہ کر رہا ہے کہ ''[جا اور] اپنے سینے کے سہارے بیٹھا کر اپنے ہاتھ سے [اسے]

کھانا کھلا شاید کہ اسی طرح ہی اس کی صحت بحال ہو جائے۔ خضیراء[عورت] نے یہ مطالبہ پورا کرنے سے جواب دے دیا لیکن مجاشع [نے] بطور شوہر ہونے کے بھی اس بات پر اصرار کیا تو وہ مان گئی اور اسے کھانا کھلا کر واپس آ گئی''۔

عربی مصنف نے تو اس طرح کے واقعات سے بریٔ الذمہ ہونے کی کوشش کرتے ہوئے کتاب کے مقدمہ میں اتنا لکھنا کافی سمجھا ہے کہ انہوں نے اس کتاب میں ہر طرح کی روایات سے استفادہ کیا ہے' جن میں صحیح و حسن درجہ کی روایات کے ساتھ ساتھ ضعیف' شاذ اور منکر روایات بھی شامل ہیں۔ (''قصص من التاریخ'' ص ۱۳)۔ اگر اردو مصنف نے اس بات کو پڑھا تھا تو انہیں چاہیے تھا کہ وہ کم از کم ایسے کمزور واقعات کو اپنی کتاب کی زینت نہ بناتے۔ تاہم اب بھی تبصرہ نگار ان سے یہ گذارش کرنا چاہے گا کہ وہ اس نوعیت کی قابل اعتراض چیزوں کا ازسر نو جائزہ لیتے ہوئے آئندہ اشاعت میں اس کی تلافی کا بندوبست کریں' تاکہ عامۃ الناس کو ایسے صحیح اور مستند واقعات پڑھنے کو ملیں جو ان کی اخلاقی تربیت میں ممد و معاون ہوں۔

......☆......

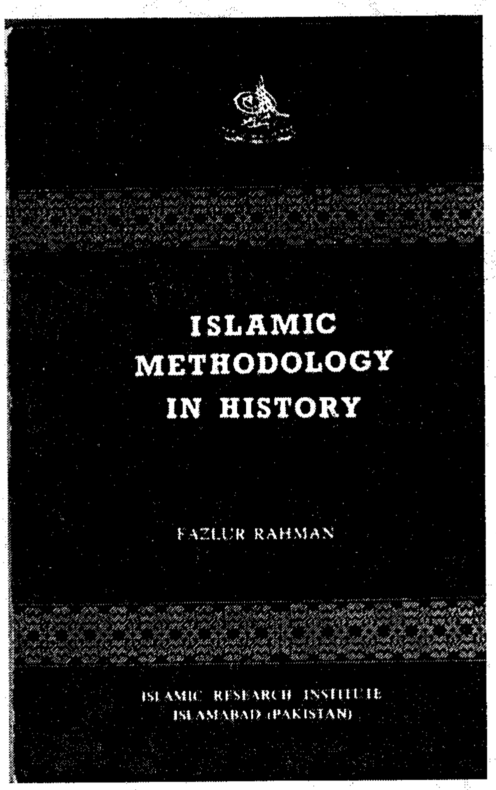

تاریخ کا منہج اسلامی

اس کتاب میں اسلامی فکر کے چار بنیادی مآخذ یعنی قرآن، سنت، اجتہاد اور اجماع کے اطلاق کی تاریخ کا ایک اجمالی خاکہ پیش کیا گیا ہے۔ یہ چار اصول اسلامی فکر کو بنیادی نظام فراہم کرتے ہیں اور خود اسلام کی نشوونما پر اثر انداز ہوئے ہیں۔ ان کی بنیادی اہمیت یہ ہے کہ یہ محض فقہی اصولوں کی حیثیت نہیں رکھتے بلکہ تمام اسلامی فکر میں کارفرما نظر آتے ہیں۔ مصنف واضح کرتے ہیں کہ کس طرح یہ اصول مسلم معاشرے کے ارتقا پر اثر انداز ہوئے ہیں اور کس طرح ان اصولوں کو باہم ملا کر ان کا اطلاق کیا جاسکتا ہے تاکہ فکری جمود کو حرکت میں بدلا جاسکے اور کسی مقام پر رک جانے کی بجائے آگے بڑھنے کی کوشش کی جاسکے۔

مؤلف نے، جن کا شمار موجودہ دور کے اہم مفکرین اسلام میں ہوتا ہے، کتاب میں وضاحت کی ہے کہ سنت، اجتہاد اور اجماع کے تصورات کی ابتداء کیسے ہوئی اور بعد کی صدیوں میں اجتہاد نے کیا شکل اختیار کی۔ انہوں نے یہ بھی دکھایا ہے کہ مختلف مسالک کے پیروکاروں نے مختلف علاقوں اور ادوار میں اسلام کے بنیادی پیغام سے کس طرح رہنمائی حاصل کی۔ اس کتاب کی نہ صرف بطور تاریخ ایک اہمیت ہے بلکہ اس کی عملی افادیت بھی ہے، جو یہ ہے کہ یہ اسلامی معاشرہ کی آئندہ نشوونما کی جہتوں کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔

ابتدائی اشاعت کے بعد سے ہی اس کتاب کی مانگ رہی ہے۔ اب اسے نئی کمپوزیشن کے ساتھ شائع کیا گیا ہے۔ اس کے ۲۲۱ صفحات میں اشاریہ شامل ہے۔ قیمت ۲۰۰ روپے۔

ISBN 969-408-004-5

قارئین اور ادارے جو اس کتاب سے خصوصی طور پر استفادہ کرسکتے ہیں:
اہل علم، طلبہ، عام قاری، کتب خانے، مراکز تحقیق، جامعات
کتاب منگانے یا ادارہ کی کتابوں کی فہرست حاصل کرنے کے لیے رابطہ فرمائیے
ڈائریکٹر مطبوعات، ادارہ تحقیقات اسلامی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی پوسٹ بکس نمبر ۱۰۳۵، اسلام آباد
فون نمبر: ۲۲۵۴۸۷۴، فیکس: ۹۲۶۰۷۶۹، ای میل (<iri.publications@gmail.com>)
قیمت کی ادائیگی کے طریقے: بنک ڈرافٹ (بنام ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد)، بنک بلٹی یا منی آرڈر۔ ڈاک خرچ یا ٹرک سروس کا کرایہ بذمہ خریدار
نوٹ: کتب فروشوں، کتب خانوں اور اداروں کو خریداری کی مالیت کے حساب سے ڈسکاؤنٹ دیا جاتا ہے۔